اہم قرآنی اسالیب دعوت کا فلسفہ قدیم وجدید مفسرین کا نقطہ نظر

The Philosophy of the Important Quarnic Styles of Preaching: Viewpoint of the Ancient and Modern Commentators

محمد زکریا: پی ایچ ڈی سکالر شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور پاکستان

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل فاروقی: چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور پاکستان

Abstract:
This article highlights the philosophy of the Qur,anic modus Operandi how did they play their important role in the propagation of the devine message. The Holly Qur'an has shown variety of the Modus Operandi to the dissemination of the divine Message. Amongst all these the most important are, The Modus Operandi of waazz , Inzaar o Tabsheer, Amsaal 0 Qessas. All these modes play a vital role in this regard. The Holy Prophet (PBUH) utilized each and every mode for the dissemination of the divine message, so that, as a result by the grace of Almighty Allah people may accept it. Thus the goal of Islam was to achieve in an effective way, as the entire humanity was left dumbfounded. This was the mode of Allah's final dispensation adopted by the Holy Prophet (PBUH) and his companions which brought about a great upheaval in the society. It is preserved in it's unalloyed form to the present day. The need of the day is, to deduce those methods from the Holy Qur'an the adoption of which revolutionized the world some fourteen hundred years ago. Though the problems of modern times are complex and multidimensional, yet one can turn to the Holy Book for their best solution. Because the Qur'an is the book of guidance not for one specific era, but for all epochs and all ages.
KEYWORDS: dissemination, modus Operandi, philosophy, propagation, divine Message, waazz, Inzaar o Tabsheer, Amsaal 0 Qessas.

دعوت الی اللہ کا فرئضہ مسلمان مرد و عورت کے ایمان کا لازمی جُزو ہے۔ فرئضہ دعوت سے سستی یا پہلو تہی ایمان کی کمزوری پر دلالت کرتی ہے۔ مسلمان مرد و عورت کا فرضی منصبی ہے کہ وہ دین کے بارے میں جو کچھ جانتا ہے وہ دوسروں

کو بھی بتائے اسی فریضہ کی ادائیگی کی بدولت امت محمدیہ کو "خیرامت" کا لقب عطا فرمایا گیاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ0[1]

" تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔

یہی فریضہ دعوت امت مسلمہ کی بقا کا ضامن بھی ہے اور دین حنیف کی اشاعت کے ذریعے انسانیت کی فلاح و کامرانی بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔اسی فریضہ دعوت و تبلیغ کو اُمت مسلمہ کا امتیازی شعار کہا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس امت کو خیر امت کا لقب عطا کیا گیاہے۔" مولانا امین احسن اصلاحی "فرماتے ہیں: " یہی فریضہ رسالت ہے جس کی وجہ سے اس امت کو خیر امت کہا گیا۔اگر مسلمان اس فرض منصبی کو بھلادیں تو یہ دنیا کی دوسری قوموں میں سے بس ایک قوم ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ وہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کررہے ہیں یا ذلت کے ساتھ بلکہ اس فرض کو فراموش کردینے کے بعد وہ اسی طرح ایک معتوب قوم بن جائیں گے جس طرح دنیا کی دوسری قومیں معتوب ہو گئیں" [2]

قرآن و سنت کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام کا اوّلین اور اساسی مقصود بنی نوع انسان کی دنیوی اوراخروی فلاح اور انسان سے ہر مضرت کو دور کرے اور ہر تکلیف سے بچا کر دائمی سعادت سے ہمکنار کرنا ہے۔ کاردعوت

ایسا بابرکت عمل ہے جو یہ دونوں کام بخوبی سر انجام دیتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف فریضہ دعوت سے پہلو تہی ہی بنیادی طور پر امت اسلامیہ کی ذلت اور پستی کا اصل سبب ہے، اس نسبت سے فریضہ دعوت کی اہمیت کے حوالے سے ''پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی '' لکھتے ہیں :'' امت اسلامیہ کی موجودہ ذلت اور پستی کا ایک اہم سبب امت کا اپنی اصل حیثیت کو فراموش کرنا ہے۔ امت ِ اسلامیہ امتِ دعوت تھی، جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے لوگوں کو پیغام حق پہنچانے کے لیے پیدا فرمایا '' [3]

دعوت کا مفہوم

دعوت ایسے عمل کا نام ہے جسے انجام دینے کے لیے کوئی جماعت مامور ہو جس کے ذریعے سے انسانیت کی ہدایت و اصلاح کا فریضہ سر انجام دینے کے لیے مسلسل مربوط نظام کے تحت جدو جہد کی جائے۔ جس کی اساس اجتماعی ہیت ِ نوعِ انسانی کی وحدت کے اصول اور عالمگیر نظامِ فکر و عمل پر قائم ہو۔ علماءاور دین کا فہم رکھنے والوں کا عامۃالناس کودین کی تفہیم و دنیاوی امور و معاملات میں راہنمائی اپنی بساط و استطاعت کے مطابق فراہم کرنا دعوت ہے۔ محمد بن جریر، الطبري نے دعوت کے اصطلاحی معنی یوں تحریر کیئے ہیں: ''هيَ دعوة الناس الى الاسلام بالقول والعمل''[4] اس سے مراد لوگوں کو قول اور عمل کے ذریعے اسلام کی دعوت دیناہے''۔ ''علامہ یوسف القرضاوی'' نے بھی دعوت کے اصطلاحی معنی سے قول اور عمل کے ذریعے اسلام کی دعوت دینا مراد لیا ہے۔[5] جبکہ '' اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' میں دعوت کے اصطلاحی معنی ہیں:''دعوت وہ پیغام ہے جو اللہ نے اپنے رسولوں کے توسط سے انسانوں کو دیا ہے کہ دین کو سچا مانو''۔[6]

قرآن کریم نے دعوت دین کے کئی ایک اسالیب اختیار فرمائے ہیں جن سے کار دعوت میں بہت اہم راہنمائی میسر آتی ہے۔ان میں سے زیر بحث اہم ترین پانچ اسالیب یہ ہیں۔

امثال و قصص، انذار و تبشیر، وعظ (نصیحت)

دعوت دین کے قرآنی اسالیب کا فلسفہ

امثال و قصص کا فلسفہ

انسانیت کی تربیت اور راہنمائی کے لئے قرآن مجید نے جو اہم اسالیب اختیار فرمائے ہیں ان میں سے امثال و قصص کا اسلوب بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔قصص کی تاثیر انسانی نفوس پر گہرا اثر رکھتی ہےاور مثالوں سے بات بہت اچھی طرح سمجھ آجاتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو حقیقت سمجھانے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

امثال کا فلسفہ

قرآ ن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف غیر مرئی اور انسان کی دسترس سے بالا حقائق کو محسوس اور تمثیلی پیرائے میں بیا ن کرکے انسان کے شعور و جدان پر عظیم احسان کیا ہے یہ اسلوب تربیت چونکہ انسانی فطرت کے قریب تر ہے۔ اور اس اسلوب سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قرآن کریم انسان کو جس چیز کی دعوت دے رہا ہے وہ عین انسانی فطرت کی آواز ہے۔بتدریج انسان اپنی فطرت کی متابعت ، قرآنی حقیقت اور عقیدے کو قبول کرکے اللہ کے رنگ میں رنگتا جاتا ہے۔قرآن مجید نے کئی اہم حقائق کی نشاندہی مثالوں کے ذریعے سے کی گئی ہے قرآن مجید کبھی مناظر قیامت ، جنت اور جہنم کی منظر کشی کرتا ہے تو کبھی مختلف عقائد کے

حامل افراد کا موازنہ کسی محسوس مثال کے ذریعے پیش کرتا ہے۔کبھی یہ راحت والم کی تصاویر کو حسی انداز میں پیش کرتا ہے۔تو کبھی دنیا و آخرت کی حقیقت کا اظہار بارش ، سبزہ ،آندھی کے ذریعے بیان کرتا نظر آتا ہے اسی طرح قرآن کریم گذشتہ حوادث اور انسانی نمونوں کو سمجھانے کے لئے تخیلی حسی طریقہ اختیار فرماتا ہے ۔قرآن کریم میں بیان کردہ مثالوں کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اس سے لوگوں کو نصیحت حاصل ہوتی ہے ، اور بات کی گہرائی تک جاکربات کو سمجھانا مقصود ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے : وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَO[7] ''ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں''۔

'' محمد بن جرير،الطبري'' فرماتے ہیں: يقول تعالى ذكره: ولقد مثلنا لهؤلاء المشركين بالله من كل مثل من أمثال القرون للأمم الخالية، تخويفا منا لهم وتحذيرا (لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ) يقول: ليتذكروا [8] اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہم نے مشرکوں کے لیئے ہر قسم کی گذشتہ امتوں کی مثالیں بیان فرمائی ہیں جو کہ ہماری طرف سے خوف اور ڈراوے کے سبب سے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ''أبو الليث نصر بن محمد بن أحمد السمرقندي'' نے بھی امثال کا فلسفہ نصیحت کا حصول بیان فرمایا ہے۔[9] ''أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي'' نے بھی امثال کا فلسفہ حصولِ عبرت بیان کیا ہے۔[10]

'' محمد بن أحمد،بن أبي بكر،القرطبي'' رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ تَعَالَى: {وَلَقَدْ ضَرَبْنا لِلنَّاسِ فِي هذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ} أَيْ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ، مِثْلَ قَوْلُهُ تَعَالَى: {مَا فَرَّطْنا فِي الْكِتابِ مِنْ شَيْءٍ} وقيل: أي مَا ذَكَرنَا مِنْ إِهْلَاكِ الْأُمَمِ السَّالِفَةِ مَثَلٌ لِهَؤُلَاءِ {لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ} يَتَّعِظُونَ.[11]

"اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ہم نے انسانوں کے لیئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں ذکر کر دی ہیں) یعنی ہر قسم کی ایسی مثالیں بیان کی ہیں جن کی ان کو احتیاج (ضرورت) ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح کہ، ہم نے کتاب میں کوئی ضرورت کی بات (کرنے سے) چھوڑی ہی نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ ہم نے ان لوگوں کو مثالوں کے لیئے سابقہ امتوں کی ہلاکتوں کے واقعات ذکر کیئے ہیں تا کہ وہ نصیحت پکڑیں، موعظت حاصل کریں"۔ "أبو منصور الماتريدي" نے بھی امثال کا یہی فلسفہ بیان کیا ہے۔[12]

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس ضمن میں لکھتے ہیں: قوله تعالى:{ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ} أي: بينا للناس فيه بضرب الأمثال،{لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ}، فإن المثل يُقرّب المعنى إلى الأذهان، كما قال تعالى:{ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلا مِنْ أَنْفُسِكُمْ } أي: تعلمونه من أنفسكم، وقال:{ وَتِلْكَ الأمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلا الْعَالِمُونَ}۔[13] "اللہ تعالیٰ کا فرمان (ہم نے انسانوں کے لیئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں ذکر فرما دی ہیں) یعنی ہم نے لوگوں کے لیئے واضح مثالیں بیان کی ہیں، (تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں)، کیونکہ مثالیں ذہن پر معانی کو کھول دیتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (ہم نے تمھاری اپنی جانوں میں سے مثالیں بیان کی ہیں) یہ کہ تم انہیں خود سے جان پہچان لو، اور جیسا کہ فرمایا (اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیئے بیان کرتے ہیں اور انہیں جانتے پہچانتے وہی ہیں جو عقل رکھتے ہیں)"۔

اسی نسبت سے سید قطب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "{وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ} یہ مثالیں اللہ اس لئے دیتا ہے کہ لوگ ان سے سبق لیں۔ یہ ایسی مثالیں ہیں جو زمین پر حقیقت کی شکل میں موجود ہیں۔ لوگ ان پر نظر نہیں ڈالتے، قرآن لوگوں کو متوجہ کرتا ہے۔ کیونکہ یہ تذکرہ ہے"۔[14] امام ابوزہرہ رحمہ اللہ تعالیٰ امثال القرآن کا مقصد یوں بیان کرتے

ہیں: "ممایبنا بیع الاستدلال فی القرآن الی تثبت قدرۃ اللہ و صدق مایطلب الدین الحق وماآتی بہ القرآن التشبیہ وضرب الامثال ،وقدذکر اللہ تعالیٰ فی القرآن الکریم انہ، یضرب الامثال ویبین الحقائق عن طریقہ"[15] ''تشبیہ اور ضرب الامثال قرآن کریم کے ان استدالی اسلوب کے چشموں میں سے ہیں جن کے ذریعے اللہ کی قدرت ،دین حق کا مطلوب اور قرآن کریم کی سچائی ثابت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے کہ وہ ضرب الامثال کے طریقے سے حقائق کو واضح کرتاہے''۔

'' ڈاکٹر وهبة بن مصطفى الزحيلي'' لکھتے ہیں: إيراد الأمثال والأشباه الحسية لتوضيح المجملات، وتقريب البعيد، تخويفا وتحذيرا، وهذه إحدى

خواص القرآن الكريم۔[16] حسی مثالوں اور نظائر کے بیان کرنے کا مقصد مجمل کی وضاحت،دور کی چیز کو قریب سے دیکھنے،خوف اور نصیحت کے

حصول کے لیئے ہوتا ہے اور یہ قرآن کریم کی خصوصیت ہے۔اسی نسبت سے ''مولانا امین احسن اصلاحی'' رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''{ضُرِبَ مَثَلٌ} کے معانی حکمت اور موعظت کی باتیں تمثیل کے اسلوب میں پیش کرنا ہے،تمثیل کا اسلوب حقائق کی تعلیم و تفہیم کے لیئے سب سے زیادہ موثر ہوتا ہے،بالخصوص ان حقائق کی تعلیم کے لیئے جن کا تعلق نادیدہ عالم سے ہو،اسی لیئے انبیآء کرام بھی ان سے بہت کام لیا کرتے تھے،تورات،زبور،انجیل سب امثال سے معمور ہیں،اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحیفہ حکمت کا تو نام ہی امثال ہے''۔[17]

''مولانا امین احسن اصلاحی'' رحمہ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''تمثیلوں میں چونکہ حقائق مجاز کا جامہ اختیار کر لیتے ہیں،اس وجہ سے تقریب فہم کے پہلو سے ان کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ انبیآء و داعیان حق نے ان سے بڑا کام لیا لیکن افسوس کہ نادانوں نے کبھی اس کی قدر نہیں کی،فرمایا کہ،یہ تمثیلیں ہم اس لیئے بیان کر رہے ہیں کہ لوگ اپنے حال پر غور کریں کہ اگر

ایسی موثر چیز بھی ان کے دلوں پر اثر انداز نہیں ہو رہی تو اس میں قصور اس شے کا نہیں بلکہ صرف ان کے دلوں کی قساوت کا ہے"۔[18]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں انسانیت کی ہدایت و راہنمائی کے لئے سینکڑوں مثالیں بیان فرمائی ہیں جن سے تربیت و تذکیر بھی مقصود ہیں اور نصائح وعبرتیں بھی یہاں سب کا ذکر ممکن نہیں صرف نمونے کے لیئے ایک دو مثالوں کا تذکرہ مقصود ہے۔ کفار کی مثال بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے : مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَى شَيْءٍ ذَلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُO[19] "ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ، ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا، آندھی والے دن چلے جو بھی انہوں نے کمایا اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں ، یہی دور کی گمراہی ہے"۔ سورۃ الکھف میں دنیا کی مثال یوں بیان فرمائی: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقْتَدِرًاO[20] "ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال (بھی) بیان کرو جیسے پانی جسے ہم آسمان سے اتارتے ہیں اس سے زمین کا سبزہ ملا جلا(نکلا) ہے پھر آخر کار وہ چورا چورا ہوجاتا ہے جسے ہوائیں اڑائے لئے پھرتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔

قصص کا فلسفہ

قصص کی تاثیر سحر انگیز ہوتی ہے اور انسانی نفوس پر گہرا اثر رکھتی ہے۔انسانی نفس کا ایک تاثر یہ ہے کہ وہ خود کو کہانی اور قصہ میں شامل تصور کرتا ہے اور انسانی دماغ پر گہرے نقوش ثبت کرتا ہے علاوہ ازیں بیان کردہ معاملے کی وضاحت

بہت عمدہ طریق پر ہوجاتی ہے اور سننے والے اس سے بہت عمدہ طریقے سے نصیحت حاصل کرسکتے ہیں اور بعض قصص تو ایسے سبق آموز ہوتے ہیں جو اذہان پر انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔اسی لئے قرآن کریم نے انسانیت کی تربیت و رہنمائی کیلئے قصص و واقعات کا اسلوب بھی بہت واضح طور پر اختیار فرمایا ہے۔ قرآن مجید مین یہ قصص محض انسانیت کی ذوق سماعت کی تسکین کیلئے بیان نہیں فرمائے گئے اور نہ ہی ان کا مقصد تاریخی واقعات کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے علم کی دھاک لوگوں پر بٹھانا تھا۔بلکہ حقیقت میں ان قصص کے بیان کرنے کی جو وجہ قرآن کریم نے خود بیان فرمائی ہے وہ عبرت و موعظمت کا حصول ہے کہ سابقہ اقوام و افراد کی حالت جان کر عبرت حاصل کی جاسکے۔اسی اہم حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ O[21] ''تحقیق ان کے قصوں میں عقل والوں کے لئے عبرتیں ہیں''۔اور فرمایا: فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَO[22] ''ان سے قصے بیان کیجئے تا کہ وہ غور و فکر کریں''۔

اس نسبت سے بہت عمدہ بحث کرتے ہوئے ''محمد بن جرير،الطبري رحمہ اللہ تعالیٰ '' لکھتے ہیں: ''

وأما قوله: {فاقصص القصص}، فإنه يقول لنبيه محمد صلى الله عليه وسلم: فاقصص، يا محمد، هذا القصص، الذي اقتصصته عليك- من نبأ الذي آتيناه آياتنا، وأخبارَ الأمم التي أخبرتك أخبارهم في هذه السورة، واقتصَصْت عليك نبأهم ونبأ أشباههم، وما حلّ بهم من عقوبتنا، ونزل بهم حين كذبوا رسلَنا من نقمتنا على قومك من قريش، ومَنْ قِبَلَك من يهود بني إسرائيل، ليتفكروا في ذلك، فيعتبروا وينيبوا

إلى طاعتنا، لئلا يحلّ بهم مثل الذي حلّ بمن قبلهم من النّقم والمثلات، ويتدبَّره اليهود من بني إسرائيل، فيعلموا حقيقةَ أمرك وصحَّة نبوّتك "۔ [23]

"اور جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ ان سے قصے بیان کیجئے، پس اپنے نبی محمد ﷺ کو فرمایا کہ ،اے محمد ﷺ جو قصص میں نے آپ جناب ﷺ سے بیان کیئے ہیں آپ ﷺ بھی ان سے بیان فرمادیں،اس شخص کا قصہ بھی جس کو ہم نے اپنی نشانیوں سے نوازا تھا،اور ان امتوں کی خبریں بھی ان کو سنادیں جن کی خبر ہم نے اس سورت میں آپ ﷺ کو دی ہے۔میں نے آپ جناب ﷺ کو ان کی یہ خبر بھی بتائی ہے کہ کس وجہ اور کس طرح سے ان پر میرا عذاب نازل ہوا جب کہ انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا، یہ ہم آپ ﷺ کی قوم قریش پر بھی واضح کر رہے ہیں اور ان سے قبل بنی اسرائیل کے یہودیوں پر کیا تھا تاکہ وہ اس میں غور و فکر کریں،اس سے عبرت حاصل کر کے ہماری اطاعت کی طرف رجوع کریں،تاکہ ان پر بھی میرے عذاب و غضب کا کوڑا نا برسے جیسے ان سے پہلے کے لوگوں پر برساتھا،اور اس لیئے بھی کہ بنی اسرائیل لے یہود اس میں تدبر و فکر کر لیں تاکہ انہیں آپ ﷺ کے معاملے اور آپ جناب ﷺ کی نبوت کی حقیقت واضح ہو جائے"۔

"محمد بن محمد بن محمود، أبو منصور الماتريدي" کے نزدیک عبرت صرف ایسے لوگوں کے لیئے ہے جو جو اپنے عقل و فہم سے کام لیتے ہیں۔[24] "امام فخر الدین الرازي" کے بقول: الْمُرَادُ مِنْهُ التَّأَمُّلُ وَالتَّفَكُّرُ [25] امثال کا مقصد غور و فکر کرنا ہے۔امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" قول تعالى ذكره: ولقد مثلنا لهؤلاء المشركين بالله من كل مثل من أمثال القرون للأمم الخالية، تخويفا منا لهم وتحذيرا{لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ} يقول: ليتذكروا "۔[26]

"اللہ تعالیٰ کا قول ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں کے لیئے گذشتہ امتوں کے حالات بیان کر دیئے ہیں تاکہ وہ خوف کھائیں اور ڈریں (تاکہ وہ نصیحت

حاصل کریں)فرمایاتاکہ وہ نصیحت پائیں "۔ " ناصر الدین أبو سعید عبد اللہ،البیضاوي" نے امثال کا مقصد عقل والوں کے لیئے سامان عبرت ذکر کیا ہے۔[27] ڈاکٹر وھبۃ بن مصطفی الزحیلي نے بھی اس سے یہی فلسفہ مراد لیا ہے۔[28]

قصص القرآن میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس کس غرض کے لئے قرآنی قصوں کو بیان کیا گیا ہے۔بظاہر جو بھی اسباب معلوم ہوں لیکن ان کا بڑا سبب انسانیت کی تربیت ہی ہے۔ان قصص سے تسکین قلب کا حصول ،موعظت ، عبرت بھی ہے تو بھی ان سب کا مطمع نظر تربیت افراد ہی ہے اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ ہے : وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ0[29] "انبیاءکے واقعات ہم نے آپ سے اس لئے ذکر کئے ہیں تا کہ آپ کے دل کو مضبوطی حاصل ہواور آپ کو اطمنان ہو کہ آپ پر حق نازل ہوا ہے اور یہ نصیحت و یاد دھانی ہے مومنوں کے لئے"۔"ابو محمد الحسین بن مسعود، البغوی" رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: " وکل الذی تحتاج الیہ من انبآء الرسل ،ای من اخبارھم و اخبار اممھم نقصھا علیک لنثبت بہ فوادک لنذیدک یقینا و نقوی قلبک و ذالک ان النبی اذا سمعھا کان فی ذالک تقویۃ لقلبہ علی الصبر علی اذی قومہ"۔[30] "انبیآءِ سابقہ اور ان کی قوموں کی خبروں میں سے جن جن کی آپ جناب کو ضرورت ہے وہ ہم آپ سے بیان کرتے ہیں تا کہ آپ کا دل پختہ و قائم ہو جائے اور آپ جناب ﷺ کا یقین بڑھ جائے اور دل مضبوطی حاصل کرے،اسی لیئے جب آپ جناب ﷺ نے انہیں سناتواپنی قوم کی ایذاوں پر صبر کرنے کے حوالے سے آپ کے دل کو تقویت حاصل ہوئی"۔"امام قرطبیؒ" رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول: "{مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ} ای علی اداء الرسالۃ والصبر علیٰ ما ینالک فیھا من الاذیٰ و قیل؛ نذیدک تثبیتا و یقینا"۔[31] "(جس سے ہم آپ کے دل کو پختہ و

قائم کریں) یعنی فریضہ ء رسالت کی ادائیگی، اور اس راستے میں آپ کو پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرنے پر اور کہا گیا ہے، کہ آپ جناب ﷺ کی دلجمعی اور یقین میں اضافے کے لیئے"۔

"ناصر الدین أبو سعید عبداللہ بن عمر، البیضاوي" کے بقول: المقصود من الاقتصاص وهو زيادة يقينه وطمأنينة قلبه وثبات نفسه على أداء الرسالة واحتمال أذى الكفار۔[32] قصص کا مقصد دلی اطمنان اور یقین میں اضافا ہے اور یہ کہ ادائے رسالت کو ثبات نفس اور کفار کی ایذار سانیوں کے خوف سے بے نیاز ہو کر ادا کرنے کے لیئے ہے۔ "مولانا اشرف علی تھانوی" رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ان (انبیآء وامم سابقین) کے قصوں میں سمجھ دار لوگوں کے لیئے بڑی عبرت ہے کہ اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں کہ اطاعت کا یہ انجام ہے اور معصیت کا یہ انجام، قرآن جس میں یہ قصے ہیں کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں کہ اس سے عبرت نہ ہوتی"۔[33]

"پیر کرم شاہ الازھری" رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: "اسلام کے ابتدائی دن اسلام اور بانی اسلام کے لیئے بڑے صبر آزما دن تھے، کفار کا غیض وغضب شباب پر تھا، اسلام کی ترقی نے انہیں آتش زیر پا کر دیا تھا اور وہ اس شمع حق کو بجھانے کے لیئے اپنی ہر امکانی کوشش میں مصروف تھے۔ امید کی کوئی کرن بھی تو افق پر نظر نہ آتی تھی۔ ان حالات میں اور ان دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اولوالعزم انبیآء ورسل کے واقعات سنائے، اور اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے یہ سب کچھ میرے محبوب اس لیئے کیا گیا ہے تا کہاے میرے محبوب آپ کا قلب مبارک مستحکم ہو جائے اور آپ کے غلاموں کو بھی تسکین اور اطمنان کی دولت نصیب ہو جائے"۔[34] اس سلسلے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: "يقول تعالىٰ: كل ما نقصها عليک ،من انبآء الرسل المتقد مين قبلک معهم اممهم وكيف جرى لهم المحاجات، والخصومات وما احتمله الانبيآء من التكذيب و الاذىٰ ، و كيف نصرالله حزبه الموءمنين و خذل اعدآء الكفرين ، كل هذه ما نثبت به فوادک يا محمد اى قلبک ليكون لک بمن

مضیٰ من اخوانک من المرسلین اسوۃ"۔[35] "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے آپ سے قبل (گذشتہ) انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے قصے آپ سے ذکر کیئے ہیں، کہ کس طرح سے انکو لڑائیاں، جھگڑے، اور ان کے انبیاء علیہم السلام کو تکذیب اور تکالیف برداشت کرنی پڑیں، اور (یہ بھی ذکر کیا ہے) کیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مومن جماعت کی مدد فرمائی اور کافر دشمنوں کو کس طرح سے ذلیل ورسوا کیا، اے محمد ﷺ یہ سب اس لیئے ہے تاکہ آپ ﷺ کا دل پختہ و مضبوط ہو جائے اور آپ کے لیئے آپ کے سابقہ رسول بھائیوں کی زندگی اسوہ بن جائے"۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: " {لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ} تنبیھاعلی ان حسن ھذہ القصۃ انما کان بسبب انہ یحصل منھا العبرۃ و معرفۃ و الحکمۃ و القدرۃ"[36] " (تحقیق ان کے قصوں میں عقل والوں کے لئے عبرتیں ہیں) اس قصے کے بہت ہی خوبصورت ہونے پر تنبیہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے عبرتیں، معرفتیں، حکمتیں اور قدرتیں حاصل ہوتی ہیں"۔

"احمد مصطفی المراغی" رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وقد کان فی مثل ھذا القصص عبرۃ للمسلمین، یقص علیھم قصص الا مم قبلھم و یبین لھم ان ذنوب الا مم لا تغفر کذنوب الافراد، وسنتہ فیھا لا تتبدل ولا تتحول فسکان علیھم ان یتقوا کل ما قصہ من الذنوب الا مم التی ھلک بھا من قبلک"۔[37] "اور تحقیق اس طرح کے قصوں میں مسلمانوں کے لیئے بھی عبرت ہے، (قرآن) ان پر سابقہ امتوں کے قصے بیان کرتا ہے اور ان پر یہ واضح کرتا ہے کہ امتوں کے گناہ افراد کے گناہوں کی طرح معاف نہیں ہوتے اور (سنت اللہ اس میں یہ ہے کہ) یہ طریقے نہ تو تبدیل ہوتے ہیں اور نہ ہی اس میں ردوبدل ہوتا ہے، پس ان کے ذمے یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں کے سبب ھلاک ہونے والی ان سابقہ امتوں کے قصوں سے ڈریں (عبرت حاصل کریں)"۔ " محمد بن یعقوب فیروز آبادی" لکھتے ہیں: "اور پیغمبروں کے واقعات میں سے جیسا کہ (قرآن میں) بیان کیئے گئے ہیں یہ سارے

قصے ہم آپ سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کے دل کو مضبوطی حاصل ہو کہ جو آپ کے ساتھ آپ کی قوم کر رہی ہے آپ کے علاوہ اور انبیآء کرام کے ساتھ بھی ان کی قوموں نے یہی معاملہ کیا''۔[38]

قرآن کریم کے قصص کی اگر درجہ بندی، تقسیم کی جائے تو ان میں دو اقسام نمایا ں نظر آتی ہیں۔

(1) انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص

(2) عمومی قصص (گذشتہ اقوام کے واقعات)

انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص : قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان نہیں فرمائے بلکہ قرآن مجید کا یہ اسلوب رہا ہے کہ جہاں پر کسی عقیدۃ کی حفاظت کرنا مطلوب ہوتا ہے یا کوئی عبرت دلانی مقصود ہو تو وہاں پر قصہ بیان کیا جاتا ہے۔اور اس اسلوب کا ایک اعجاز یہ ہے کہ تاریخی کتابوں کی طرح پورا قصہ بیان نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا وہ حصہ بیان کیا جاتا ہے جس سے کوئی عبرت حاصل ہوتی ہو یا کوئی خواطر خواہ نتیجہ نکلتا ہو۔یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے قصے پورے قرآن مجید میں بکھرے ہوئے ہیں اور ان قصوں کے بیان کرنے کے بھی مختلف اسلوب ہیں۔قرآن کریم نے صرف چھبیس انبیاءکرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے جبکہ انبیاءو رسل کی کل تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔قرآن کریم نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ تمام انبیاء کے قصے بیان نہیں کئے گئے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا0[39] ''اور بعض رسولوں کا ذکر

ہم نے اس سے قبل آپ سے کر دے ا ہے اور بعض رسول ایسے بھی ہیں جن کا ذکر ہم نے آپ سے نہیں کیا"۔

"ڈاکٹر وھبہ بن مصطفی الزحیلی" لکھتے ہیں: وكلّا من السورة والآيات التي ذكر فيها قصص الأنبياء المتقدمين نقصّها عليك أيها النبي بقصد تحقيق فائدتين: الفائدة الأولى: ما به يقوى الفؤاد على أداء الرسالة وعلى الصبر واحتمال الأذى، لأن الأنبياء السابقين من قبلك تحملوا في جدال أقوامهم الأذى الكثير، فصبروا على ما كذّبوا به، فنصرهم الله، وخذل أعداءهم الكافرين، فلك بالمرسلين السابقين أسوة حسنة وقدوة تقتدي بها.

الفائدة الثانية: وتبيّن لك في قصص الأنبياء ما هو الحق والصدق واليقين: وهو وحدانية الله وعبادته وحده، وإثبات البعث، وفضل التقوى والأخلاق الكريمة. كما أن في تلك الأنباء عظة وعبرة يرتدع بهاالكافرون،وذكرى يتذكر بها المؤمنون.[40]

وہ تمام آیات اور سورتیں جن میں پہلے انبیا کے قصے بیان کیئے گئے ہیں،اے نبی ہم آپ پر اس لیئے بیان کرتے ہیں کہ اس میں دو اقسام کے فائدے ہیں۔پہلا فائدہ: کہ اس سے آپ کا دل مضبوط رہے ادائے رسالت کی ادائیگی میں، صبر کرنے میں اور ایذار سانی کے خدشے سے، کیونکہ آپ سے پہلے انبیاء نے اپنی قوموں سے جدال میں بہت ساری تکالیف برداشت فرمائی ہیں اور اپنے جھٹلائے جانے پر انہوں نے صبر اختیار فرمایا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کے دشمنوں کو رسوا کیا آپ کے لیئے ان سابقہ انبیاء کے طریقے میں اسوۃ اور نمونہ ہے کہ آپ بھی ان کی پیروی فرمائیں

دوسرا فائدہ: انبیاء کے قصوں میں آپ کے سامنے یہ واضح ہے کہ حق و سچائی اور یقین کیا ہوتا ہے اور وہ اللہ کی وحدانیت اور عبادت ہے، مرنے کے بعد جی اٹھنے کا یقین اور اخلاق و تقویٰ کی فضیلت ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ ان انبیاء کے قصوں میں کافروں کے لیئے عبرت کا سامان جبکہ مومنین کے لیئے یاددہانی ہے۔

عمومی قصص: (گذشتہ اقوام کے واقعات)

قرآن کریم میں بہت سے واقعات عمومی نوعیت کے بھی بیان ہوئے ہیں ان میں سے بعض اہل ایمان کے ایمان افروز واقعات ہیں اور بعض اہل کفر و منکرین و متکبرین کے واقعات ہیں ان تمام قصص سے بھی انسانیت کی تربیت ، موعظت و عبرت مقصود ہے۔قرآن کریم کے یہ واقعات کسی زمانی ترتیب سے مذکور نہیں ہیں بلکہ انسانیت کی تربیت کیلئے جہاں کسی واقعے کی ضرورت پیش آئی وہاں پر اس واقعے کا کچھ حصہ بیان کردیا گیا ہے یا کہیں تفصیل کے ساتھ بھی بیان کیا گیا ہے۔جس طرح انبیاءو رسل علیہم السلام کے قصے قرآن کریم میں بکھرے ہوئے ملتے ہیں اسی طرح ان عمومی قصص کا حال ہے۔ان کیلئے قرآن نے کوئی خاص باب یا پارہ مقرر نہیں فرمایا بلکہ حسب ضرورت ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ان عمومی قصص میں بعض واقعات تو افراد کے ناموں سے منسوب ہیں مثلاً قارون، ہامان، فرعون، لقمن علیہ السلام ، وغیرہ کے واقعات لیکن بعض گذشتہ افراد و اقوام کے واقعات کو اصحاب الحجر ، اصحاب الکہف، اصحاب البیت، اصحاب الفیل، اصحاب مدین، اصحاب الایکہ، اصحاب القریۃ، اصحاب الرس وثمود، اصحاب الجنہ او ر اصحاب الاخدود وغیرہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں بعض واقعات معلوماتی نوعیت کے بھی ہیں مثلاً یاجوج ماجوج، قوم سبا، قوم تبعہ وغیرہ ۔انبیاء کرام کے قصص اور گذشتہ اقوام کے عمومی قصص کے بطور نمونہ تذکرے سے بھی یہ مضموں بہت طوالت اختیار کرلے گا جس کے ہم یہاں متحمل نہیں ہو سکتے لہٰذا اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

انذا ر و تبشیر کا فلسفہ

انذار کا معنی ڈرانا،خوف دلانا جبکہ تبشیر کے کے معنی خوشخبری دینا ہیں۔بشارت دینا،اچھی اور عمدہ خبر بھی اس کے معنوں میں شامل ہے۔قرآن کریم میں جہاں اللہ

تبارک و تعالیٰ نے اعمالِ صالحہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے وہاں نیک اعمال کے اختیار کرنے والوں کی دلجوئی اور حوصلہ و ہمت افزائی کے لئے خوشخبری و بشارت کا انداز اختیار فرمایا ہے،تا کہ اعمالِ صالحہ اختیار کرنے والے دنیا میں پیش آنے والی آزمائشوں،تکلیفوں اور مشکلات کو بھول کر آخرت میں اللہ کی عنایات،انعامات اور مہربانیوں و مہمانیوں کو یاد کر کے اعمال صالحہ میں استقامت اختیار کرسکیں اور برائیوں کے وقتی و عارضی فائدوں کو نظر انداز کر کے حقیقی زندگی اور نفع حاصل کرنے کی امید سے وابستہ رہیں۔

علاوہ ازیں برے کاموں سے جہاں منع فرمایا ہے وہیں اعمال سیئہ،کفر و نا فرمانی کے ارتکاب پر ان کے بھیانک نتائج اور انجامِ بد سے ڈرا کر انہیں اصلاح کی طرف مائل کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔اسی اسلوب کو انذار و تبشیر کا نام دیا جاتا ہے۔ اسلوب انذار و تبشیر کو رب تعالیٰ نے اپنے کلامِ مجید میں کثرت سے اختیار فرمایا ہے۔

انذار کا فلسفہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ 0[41]" اور لوگوں کو اس دن سے ہوشیار کر دے جب ان کے پاس عذاب آ جائے "

اور فرمایا۔ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ0[42] " اور انہیں بہت ہی قریب آنے والی سے آ گاہ کر دیجئے جب کہ دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور سب خاموش ہوں گے "اس سلسلے میں **"محمد بن جریر الطبري"** رحمہ اللہ تعالیٰ **لکھتے ہیں:** وأنذر يا محمد مشركي قومك يوم الآزفة، يعني يوم القيامة، أن يوافوا الله فيه بأعمالهم الخبيثة، فيستحقوا من الله عقابه الأليم " [43] " **اور اے محمد اپنی قوم**

کے مشرکوں کو بہت ہی قریب آ جانے والے دن یعنی قیامت کے دن سے ڈرایئے کہ جس میں اللہ تعالیٰ ان کے برے اعمال کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائے گا پس وہ اللہ کے درد ناک عذاب کے مستحق قرار پائیں گے"

"ابو محمد، الحسین بن مسعود البغوی" رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: "و صرفنا فیہ من الوعید، ای؛ صرفنا القول فیہ بذکر الوعید { لعلھم یتقون} ای؛ یجتنبون الشرک {او یحدث للھم ذکرا} ای ؛یجدد لھم القرآن عبرۃ و عظۃ فیعتبرو و یتعظوا بذکر عقب اللہ اللام الخالیۃ۔[44] " (اور ہم نے اس میں ہر قسم کی وعید بیان کر دی ہے) یعنی ہم نے ہر وہ بات بیان کر دی ہے جس میں ڈراوا ہے (تاکہ وہ خوف کھائیں) یعنی وہ شرک سے اجتناب کریں (یا ان کو نصیحت بیان کر دی جائے) یعنی قرآن ان کے لیئے نصیحت و عبرت ہے پس چاہیئے کہ اس سے عبرت حاصل کریں اور غذشتہ امتوں کے حالات سے نصیحت پکڑیں"۔

"امام فخر الدین رازی" رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: "انہ سبحانہ وتعالیٰ ما ذکر فی القرآن آیۃ فی الوعید الا و ذکر بجنبھا آیۃ الوعد و ذالک الفوائد؛ احدھا ؛لیظھر بذالک عدلہ سبحانہ لانہ لما حکم با العذاب الدائم علی المصرین علی الکفر وجب ان یحکم با النعیم الدائم علی المصرین علی الایمان "۔[45] "اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کوئی بھی آیت وعید ایسی ذکر نہیں فرمائی کہ جس کے ساتھ ہی آیت وعدہ کو بھی ذکر نہ فرمایا ہو اور اس میں یہ فائدے ہیں؛ پہلا یہ کہ یہ اس سبحانہ و تعالیٰ کے عدل وانصاف کا اظہار ہے، کہ جہاں بھی اس نے کفر پر مصر رہنے والوں کے لیئے دائمی عذاب کا ذکر فرمایا اس کے ساتھ ہی لازمی طور پر ایمان پر مصر رہنے والوں کے لیئے دائمی نعمتوں کا ذکر بھی فرمایا ہے"۔اسی نسبت سے "امام قرطبیؒ" رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: " وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ" أَيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. سُمِّيَتْ بِذَلِكَ لِأَنَّهَا قَرِيبَةٌ "۔[46] "اور انہیں قریب کے دن سے ڈرایئے یعنی قیامت کے دن سے اور اس کا یہ نام اسی لیئے رکھا گیا ہے کہ یہ بہت ہی قریب ہے۔

مجرمین کو پیش آنے والے حالات کی نقشہ کشی کے ذریعے تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر وہ اپنی موجودہ غلط روش سے باز نہ آئیں اور حق کی آواز پر لبیک کہنے کو تیار نہ ہوں تو پھر کہیں غفلت میں نہ رہ جائیں جیسا کہ ان کا خام خیال تھا اگر آخرت برپا ہوئی تو بھی ہمارا کچھ برا نہ ہو گا۔اس انداز انذار سے ممکن ہے ان کو فکر لاحق ہو اور وہ ہدایت کے طالب بن جائیں تا کہ آخرت کے عذاب و پکڑ سے نجات پائیں ۔انذار کے ضمن میں ایک مقام پر ''سیدابوالاعلیٰ مودودی '' رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :''اس روزتم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے ،تار کول کے لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے چیروں پر چھائے جا رہے ہوں گے۔ان مجرموں کا منظر ےوں ہے کہ دو دو زنجیروں میں بندھے ہوں گے۔صف در صف جا رہے ہوں گے۔اللہ قہار کی طرف سے یہ ان کی تذلیل ہو گی۔مذید یہ کہ ان کا لباس ایسے مواد سے بنا ہو گا جو سخت آتش گیر ہو گا اور اس کے ساتھ ساتھ سیاہ تار کول سے ہو گا۔یہ ان کی مذید تذلیل ہو گی۔مقصدیہ ہے کہ آگ کے قریب آتے ہی ےہ لوگ شعلوں کی نذر ہوں گے۔و تغشیٰ وجوھھم النار، ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی،یہ ایک ذلیل ورسوا کن عذاب ہو گا اور ان کے مکر و سرکشی اور استکبار کے لئے مناسب علاج''[47]

اور فرمایا : '' هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ''[48] ''یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعے سے وہ ہوشیار کر دیئے جائیں۔

کئی ایک مقامات ایسے ہیں جہاں رب تعالیٰ نے قیامت کے خوفناک مناظر کا نقشہ اس انداز سے کھینچ کر انسانوں کو اس عظیم دن کی ہولناکیوں سے خبر دار کیا ہے تا کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کریں اوراس دن کے وقوع پذیر ہونے سے قبل اس کی تیاری میں جت جائیں تا کہ کامیابی

حاصل کر لیں۔ ''امام شوکانی'' رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: '' {و صرفنا فیہ من الوعید} بیینا فیہ ضروبامن الوعید تخویفا و تحدیدا او کررنا فیہ بعضا منہ {لعلھم یتقون}ای کہی یخا فو ا اللہ فیجتنبوا معاصیہ ویحذرو عقابۃ''[49] ''(اور ہم نے اس میں ہر قسم کی وعید بیان کر دی ہے) ہم نے اس میں خوف اور ڈراوے کی بہت سی مثالیں بیان کی ہیں یا بعض مثالوں کا مکرر بیان بھی فرمایا ہے (لعلھم یتقون) (تا کہ وہ ڈریں) یعنی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرنے سے بچ جائیں اور اس کی پکڑ سے ڈریں''۔

''مولانا اشرف علی تھانوی ''رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''اور اس میں ہم نے طرح طرح سے وعید)قیامت وعذاب کی بیان کی ہے تاکہ وہ سننے والے لوگ اس کے ذریعے سے بالکل ڈر جائیں اور فی الحال ایمان لے آئیں یا اگر بالکل نہ ڈریں تو یہی ہو کہ یہ قرآن ان کے لیئے کسی قدر تو سمجھ پیدا کر دے، یعنی اگر پورا اثر نہ ہو تو تھوڑا ہی ہو اور اس طرح چند بار تھوڑا تھوڑا جمع ہو کر کافی مقدار ہو جاوے اور کسی وقت مسلمان ہو جاویں''۔[50]

تبشیر کا فلسفہ جیساکہ ربّ تعالیٰ نے اسلوب انذار کے زریعے سے انکار کرنے والوں اور مجرموں کو عبرت ناک انجام سے ڈرایا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور راہ حق کو اختیار کر سکیں اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور اعمالِ صالحہ اختیار کرنے والوں کو خوش خبریوں سے حوصلہ دیا ہے،اور اپنے انعامات اور مہر بانیوں و مہمان نوازیوں کا وعدہ دیا ہے،تا کہ وہ راہ حق پر استقامت کے ساتھ جمے رہیں اور دنیا کے امتحانوں میں آزمائشوں اور تکلیفوں کو صبر سے برداشت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بہترین اور عمدہ اجر کی امید کے سہارے سے جڑے رہیں اور ان کے پایہءاستقلا ل میں لرزش پیدا نہ ہونے پائے۔ مذید برآں مومن راہ حق میں آنے والی پریشانیوں اور مصائب کو بھول کر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ سے

ملنے والے اجر عظیم سے پر امید رہیں اور سختیوں اور آلام کو جھیلنا ان کے لئے آسان ہو جائے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو انداز تبشیر اختیار فرمایا ہے اس کے فہم کے لئے چند نمونے کچھ اس طرح سے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌO [51]

" انہیں (ایمان داروں کو) ان کا ربّ خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت اور رضا مندی کی اور جنّتوں کی،ان کے لئے وہاں دوامی نعمت ہے "۔

اس سلسلے میں "محمد بن جریر الطبری" رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: " يبشر هؤلاء الذين آمنوا وهاجروا وجاهدوا في سبيل الله {ربُّهم برحمة منه}، لهم، أنه قد رحمهم من أن يعذبهم وبرضوان منه لهم، بأنه قد رضي عنهم بطاعتهم إياه، وأدائهم ما كلَّفهم {وجنات}، يقول: { وجنات لهم فيها نعيم مقيم}، لا يزول ولا يبيد، ثابت دائمٌ أبدًا لهم". [52] " ایمان داروں، مہاجروں اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کی خوشخبریاں دیتے ہیں کہ ان کو عذاب دینے کی بجائے ان پر رحم فرمایا ہے،اور ان کے لیئے اپنی خوشنودی کو رکھ دیا ہے، کیونکہ وہ (اللہ تعالیٰ) ان کی اطاعت بجالانے پر راضی ہو گیا اور وہ جس کے مکلف تھے ان احکام کی بجاآوری پر راضی تھے۔اور ان کے لیئے ایسی جنتوں اور ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں کے ساتھ مہمانی ہے جو نہ تو کبھی ختم ہوں گی اور نہ ہی ان میں کمی آئے گی"۔اس نسبت سے "محمد بن جریر الطبری" رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: يقول: وأعد لهؤلاء المؤمنين ثوابا لهم على طاعتهم إياه في الدنيا، كريما، وذلك هو الجنة. [53] "فرمایا،ان مومنوں کے لیئے (اللہ تعالیٰ) نے ان کی دنیا کی زندگی میں اطاعت کی بدولت بہت ہی عمدہ اجر تیار کیا ہی،اور وہ ہے جنت "۔"امام قرطبیؒ" رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: " {يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ} اى يعلمهم فى الدنيا ما لهم فى الاخرة من الثواب الجزيل و النعيم المقيم؛ اى اعدلهم فى دار الكرامة هذا الثواب"۔[54] "

(ان کا رب انہیں خوشخبری دیتا ہے) یعنی وہ دنیا میں ہی ان کو تعلیم دیتا ہے کہ آخرت میں ان کے لیئے کیسا ثواب اور ہمیشہ کی نعمتیں ہیں، یعنی ان کے لیئے عزت کے گھر میں یہ اجر و ثواب ہے"۔

"محمد بن أحمد، بن أبي بكر، القرطبي" رحمہ اللہ تعالی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: "وَأَنابُوا إِلَى اللَّهِ" أَيْ رَجَعُوا إِلَى عِبَادَتِهِ وَطَاعَتِهِ لَهُمُ الْبُشْرى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا بِالْجَنَّةِ فِي الْعُقْبَى"۔ [55]

"اور جنہوں نے اللہ تعالی کی انابت اختیار کی یعنی اس کی عبادت اور اطاعت کی طرف رجوع کیا، ان کے لیئے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے اور آخرت میں ان کے لیئے جنت کی مہمانی ہے"۔ "علامہ جلال الدین السیوطی" رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "{لَهُمُ الْبُشْرى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا} فهی الروءیا الحسنة تری المومنین فیبشرها فی الدنیا، و اما قولہ { فی الآخرة} فانها بشارةالموءمن عند الموت ان الله قد غفر لک"۔ [56] " (ان کے لیئے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے) پس ہی تو وہ اچھے خواب ہیں جو مومن آدمی دیکھتا ہے ان کے ذریعے اسے دنیا کی زندگی میں خوشخبریاں ملتی ہیں، اور جہاں تک اس فرمان کا تعلق ہے (کہ آخرت میں) تو اس سے مراد مومن آدمی کو موت کے وقت ملنے والی خوشخبری ہے کہ اللہ تعالی نے تمھیں بخش دیا ہے"۔

"امام شوکانی" رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: " کما وقع کثیر من البشارات للمومنین فی القرآن الکریم ،و کذالک ما یحصل لهم من الروءیآ الصالحة ،وما یتنفل الله به علیهم من اجابت دعآءهم وما یشاهدون من التبشیر لهم عند حضور آجا لهم یتزل الملاءکة علیهم قا ئلین لهم{لا تخا فو اولا تحزنوا} "۔ [57]

"جیسا کہ قرآن کریم میں مومنوں کو کثیر بشارتیں دی گئی ہیں، ان میں سے نیک خوابوں کا آنا، اور اللہ تعالی کا ان کی دعاوں کو قبول کرنا، اور وہ بشارتیں جن کا مشاہدہ وہ وقت موت کرتے ہیں فرشتے آ کر ان سے کہتے ہیں کہ تم خوف اور غم بالکل نہ کرنا"۔ "امام ابن القیم" رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: " جمع سبحانہ و تعالیٰ فی هذه البشارة بین نعیم البدن با الجنات ،و فیها من الانهار و الثمار ،و نعیم النفس با الازواج المطهرة،و نعیم القلب و قرة العین بمعرفة دوام هذا العیش ابدا الآباد"۔ [58] "

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بشارت میں جمع فرمایا دیا ہے بدن کی نعمتوں کو جو کہ جنت کی شکل میں ہیں ،اوراس میں نہریں اور پھل ہیں اور نفس (روح) کی نعمتوں کو ازواج مطاہرات (کی صورت میں) اور دل کی نعمتیں وآنکھوں کی ٹھنڈک اور یہ نعمتوں والی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے ہو گی''۔

''ڈاکٹر وهبة بن مصطفى الزحيلي رحمہ اللہ تعالیٰ '' بشارت کا فلسفہ اہل ایمان کی کاوشوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دائمی انعامات کے ذریعے ان کی حوصلہ افزائی فرمانا ذکر کیا ہے۔[59] سورۃ الاحزاب میں اللہ تبارک و تعالیٰ ایمان والوں کو یوں بشارت دیتے ہیں فرمایا: وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا[60] ''اور ایمان والوں کو یہ خوش خبری سنا ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہو گا''۔ اس کی تفسیر میں ''مولانا امین احسن اصلاحی'' رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یہ آپ کے بشیر ہونے کا پہلو واضح فرمایا کہ جو لوگ آپ کی دعوت پر ایمان لائیں ان کو خوشخبری دیجیئے کہ وہ مخالفوں کی مخالفت اور حالات کی نا مساعدت سے ہراساں نہ ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف عظیم فضل ہونے والا ہے اگر وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے''۔[61]

وعظ (نصیحت) کا فلسفہ دعوت دین کے متنوع قرآنی اسالیب میں سے ایک اہم اسلوب ''وعظ'' یعنی نصیحت کرنا بھی ہے۔ یہ لفظ تین معنوں پر دلالت کرتا ہے ''نصیحت، نصیحت کرنا، نصیحت حاصل کرنا ''۔جہاں قرآن حکیم نے لفظ ''وعظ'' نصیحت کے معنوں میں استعمال فرمایا ہے وہاں لفظ ''وعظ'' کے انہی معنوں کو سموئے ہوئے کچھ مترادف الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں۔ جن میں ''**ذَكَّرَ، نَصَحَ، وَصّٰى، عبرة** اور **اعتبَرَ**'' شامل ہیں۔

قرآن کریم نے دعوت دین کیلئے موعظ حسنہ کا جو اسلوب اختیار فرمایا ہے۔ میدان دعوت میں یہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔یعنی ایسی عمدہ نصیحت اور ایسے عمد ہ پیرائے میں کہ اس سے داعی کی دلسوزی اور خیر خواہی ٹپکتی ہو۔ عمدہ نصیحت اور عمدہ انداز نصیحت دونوں ہی دعوت دین کے سلسلے میں انتہائی اہمیت رکھتے ہیں۔داعی اعظم ﷺ نے عمدہ نصیحت اور عمدہ انداز نصیحت کا وہ شاندار نمونہ پیش فرمایا کہ قلب و ذہن مسخر ہوتے چلے گئے۔ جس کا نتیجہ ایک شاندار اسلامی انقلاب کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جس نے انسانیت کو تباہی کے راستے سے ہٹا کر ابدی کامیابی کی راہ پر ڈال دیا۔ قرآن کریم نے سورہ النحل میں دعوت الی اللہ کے چند اہم اسالیب ذکر فرمائے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ O[62] ” اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجیے یقینا آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے“

سورۃالنحل کی آیات مبارکہ جن میں قرآن کریم نے اسالیب دعوت کا ذکر بہت عمدگی اور وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے اور عمدہ نصیحت کو حکمت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے ۔اسی آیت مبارکہ میں عمدہ نصیحت کی وضا حت کے ضمن میں” محمد بن جریر، الطبري رحمہ اللہ تعالی “ لکھتے ہیں: ” وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ يقول: وبالعبر الجميلة التي جعلها الله حجة عليهم في كتابه ، وذكّرهم بها في تنزيله، كالتي عدّد عليهم في هذه السورة من حججه ، وذكّرهم فيها ما ذكرهم من آلائه“ [63] ” عمدہ نصیحت سے مراد، کہا جاتا ہے کہ ،یہ وہ عمدہ عبرتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان پر حجت بنایا ہے،اور ان کو اپنے کلام میں نازل

فرمایا ہے، جیسا کہ اس سورت میں اس کو دلائل کی صورت میں نازل فرمایا ہے، اور اپنی نشانیوں کے بیان کے ضمن میں ان کو ذکر فرمایا ہے'' محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ تعالی اس نسبت سے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: هذا القرآن بلاغ للناس ، أبلغ الله به إليهم في الحجة عليهم ، وأعذر إليهم بما أنزل فيه من مواعظه وعبره{ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ} يقول: ولينذروا عقاب الله ، ويحذروا به نقماته، أنزله إلى نبيه صلى الله عليه وسلم{ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ}-[64] ''یہ قرآن لوگوں کے لیئے نصیحت ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر اتمام حجت کے لیئے نازل فرمایا ہے اور اس میں بیان کردہ نصیحتوں اور عبرتوں کے ذریعے انہیں ڈرایا ہے تاکہ وہ اس کا خوف کریں، اور کہا گیا ہے کہ، تاکہ وہ اللہ کی پکڑ سے ڈر جاویں اور (غلط روی) کے بھیانک انجام سے ڈریں۔ اسے اپنے نبی کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ وہ اس بات کو جان لیں کہ کہ بے شک معبود برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ''

''امام فخر الدین رازی'' رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: '' الدعوة ان كانت بالدلائل القطعية فهى الحكمة و ان كانت بالدلائل الظنية فهى موعظة الحسنة ''[65] ''دعوت اگر قطعی دلائل کے ساتھ ہو تو یہ حکمت ہے جبکہ اگر یہ ظنی دلائل کے ساتھ ہو تو یہ عمدہ نصیحت کہلاتی ہے'' اسی نسبت سے ابوالفداء عماد الدین، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالی یوں لکھتے ہیں: ''وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ، أي: بما فيه من الزواجر والوقائع بالناس ذكرهم بها، ليحذروا بأس الله تعالى ''[66] '' عمدہ نصیحت؛ یعنی جس میں لوگوں کو تنبیہ اور ڈراوے کے لیئے انسانوں کے حالات و واقعات کا ذکر کیا گیا ہو، (گذشتہ اقوام کے حالات و واقعات) تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جائیں'' امام شوکانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: '' القرآن فيه ما يتعظ به من قرآه و عرف معناه والوعظ فى الاصل هو التذكير بالعواقب سوآ كان بالترغيب االترهيب ، والواعظ هو الطبيب ينهى المريض عما يضره ''[67] '' قرآن نصیحت ہے اس کے لیئے جو اسے پڑھتا ہے اور اس کے معانی کو سمجھتا ہے اور در اصل وعظ تو عواقب کے ذریعے سے تذکیر کا نام ہے، خواہ وہ ترغیب کے ذریعے سے ہو یا ڈراوے

کے ذریعے،اور واعظ تو طبیب کی طرح ہوتا ہے جو مریض کو ہر اس چیز سے منع کرتا ہے جو اس کے لیئے نقصان کا باعث ہو''۔

عمدہ نصیحت وہ شانداراسلوب دعوت ہے جو عوام الناس کی رشدو ہدایت کے لئے اہمیت کا حامل ہے۔اور اگران میں حسن تدبیر، نرمی اور لطف کے پہلو اور مخاطب کے ظروف و احوال کو مدّ نظر رکھ کر اس اسلوبِ دعوت کواختیار کیاجائے تو اس کے اثرات دو چند ہو جاتے ہیں۔علاوہ ازیں درست وقت کا تعین،الفاظ کا درست چناو، مخاطب کو ذہناً قبول حق کے لیئے تیار کرنا،اور ہر معاملے میں اعتدال سے کام لینا کار دعوت کی کامیابی کے لیئے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔اسی طرح کار دعوت میں انداز دعوت بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے انداز کا نرم وگداز اور دلنشیں ہونا بہت مثبت اثرات کا حامل ہے،زجر و توبیخ سے اجتناب اور مخاطب کی غلطیوں کی پردہ پوشی سے دعوت کے اثرات مثبت اور دو چند ہو جاتے ہیں جبکہ زجر وتوبیخ اورلعنت و ملامت کا اثر بعض اوقات الٹا ہوتا ہے۔اس سلسلے میں ''سید ابو الاعلیٰ مودودی'' رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ''موعظہ حسنہ سے مراد وہ زجرو توبیخ اور تہدیدو وعید ہے جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کیلیئے بیان کی گئی ہے۔اوروہ قصص و واقعات ہیں جو تکذیب کا راستہ اختیار کرنے والی قوموں سے متعلق ہیں۔ تاکہ لوگ انہیں سن کرعبرت پکڑیں اور اس برےانجام سے بچنے کی سعی کریں جن سے پچھلی قومیں صرف اللہ کے دین سےاعراض کرنے کی وجہ سےدوچار ہوئیں''[68] اگرموعظت کی نوعیت محض مناظرہ بازی ،عقلی کشتی اور ذہنی دنگل ہو۔ اس میں کج بحثیاں اور الزام تراشیاں اور چوٹیں اور پھبتیاں ہوں اور مقصود حریفِ مقابل کو چپ کرادینا اور اپنی زبان آوری کے ڈنکے بجا دینا ہوتودعوت نہ صرف یہ کہ

مثبت اثرات کی حامل نہیں ہو سکتی بلکہ الٹا ایسا داعی کار دعوت کے نا قابل تلافی نقصان کا سبب بنتا ہے۔

خلاصہ بحث:

قرآنی اسالیب دعوت کے فلسفے کے ضمن میں قدیم مفسرین کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کا یہ اسلوب رہا ہے کہ جہاں پر کسی عقیدۃ کی حفاظت کرنا مطلوب ہوتا ہے یا کوئی عبرت دلانی مقصود ہو تو وہاں پر قصہ بیان کیا جاتا ہے۔قصص کی تاثیر نفوس انسانی پر گہرا اثر رکھتی ہے۔ قرآن کریم میں جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعمالِ صالحہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے وہاں نیک اعمال کے اختیار کرنے والوں کی دلجوئی اور حوصلہ و ہمت افزائی کے لئے خوشخبری و بشارت کا انداز اختیار فرمایا ہے، ان کو خوش خبریوں سے حوصلہ دیا ہے،اور اپنے انعامات اور مہر بانیوں و مہمان نوازیوں کا وعدہ دیا ہے،تا کہ وہ راہ حق پر استقامت کے ساتھ جمے رہیں۔مجرمین کو پیش آنے والے حالات کی نقشہ کشی کے ذریعے تنبیہ کا انداز اختیار کیا گیا ہے تاکہ اگرلوگ اپنی موجودہ غلط روش سے باز نہ آئیں اور حق کی آواز پر لبیک کہنے کو تیار نہ ہوں تو پھر کہیں غفلت میں نہ رہ جائیں جیسا کہ ان کا خیال خام تھا کہ اگر آخرت برپا ہوئی تو بھی ہمارا کچھ برا نہ ہو گا۔ موعظہ حسنہ سے مراد وعدہ و وعید ہے جو کہ نافرمانوں کیلئے بیان کی گئی ہے تا کہ انسان ایسی روش سے باز ہے جس سے اسے دنیوی اور اخروی نقصان ہو۔

جبکہ اس ضمن میں جدید مفسرین کا کہنا ہے کہ انسانی نفس کا ایک تاثر یہ ہے کہ وہ خود کو کہانی اور قصہ میں شامل تصور کرتا ہے اور یہ انسانی ذہن پر گہرے نقوش ثبت کرتا ہے اور مثالوں سے بات بہت اچھی طرح سمجھ آجاتی اوراس سے لوگوں کو نصیحت

حاصل ہوتی ہے ،ان سے آپ ﷺ کا دل پختہ و مضبوط کرنا بھی مقصود تھا۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اعمالِ صالحہ اختیار کرنے کا حکم تو دیا ہے وہاں نیک اعمال کے اختیار کرنے والوں کی حوصلہ و ہمت افزائی کے لئے خوشخبری و بشارت کا انداز اختیار فرمایا ہے تاکہ مومن راہ حق میں آنے والی آزمائشوں، تکلیفوں اور مشکلات کو بھول کر آخرت میں اللہ کی عنایات،انعامات اور مہربانیوں و مہمانیوں کو یاد کر کے اعمال صالحہ میں استقامت اختیار کر سکیں اور برائیوں کے وقتی و عارضی فائدوں کو نظر انداز کر کے حقیقی زندگی اور نفع حاصل کرنے کی امید سے وابستہ رہیں۔ نافرمانوں کو پیش آمدہ حالات کی نقشہ کشی کے ذریعے تنبیہ فرمائی گئی ہے تاکہ اس انداز انذار سے ممکن ہے ان کو فکر لاحق ہو اور وہ ہدایت کے طالب بن جائیں تا کہ آخرت کے عذاب و پکڑ سے نجات پائیں۔کئی ایک مقامات ایسے بھی ہیں جہاں رب تعالیٰ نے قیامت کے خوفناک مناظر کا نقشہ کھینچ کر انسانوں کو اس عظیم دن کی ہولناکیوں سے خبر دار کیا ہے تا کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس دن کے وقوع پذیر ہونے سے قبل اس کی تیاری میں جت جایئں تا کہ کامیابی حاصل کر لیں۔موعظہ حسنہ سے مراد وہ زجرو توبیخ اور تہدید و وعید ہے جو کہ نافرمانوں کیلئے بیان کی گئی ہے۔اور وہ قصص و واقعات ہیں جو تکذیب کا راستہ اختیار کرنے والی قوموں سے متعلق ہیں، تاکہ لوگ انہیں سن کر عبرت پکڑیں اور اس برے انجام سے بچنے کی سعی کریں جن سے پچھلی قومیں صرف اللہ کے دین سے اعراض کرنے کی وجہ سے دوچار ہوئیں قرآنی اسالیب دعوت کے بظاہر جو بھی اسباب معلوم ہوں لیکن ان سب کا بڑا سبب انسانیت کی تربیت ہی ہے۔ان سے تسکین قلب کا حصول ،موعظت ، عبرت بھی ہے تو بھی ان سب کا مطمع نظر تربیت افراد ہی ہے قرآن کریم میں بہت سے واقعات عمومی نوعیت کے

بھی بیان ہوئے ہیں ان میں سے بعض اہل ایمان کے ایمان افروز واقعات ہیں اور بعض اہل کفر و منکرین و متکبرین کے واقعات ہیں ان تمام سے بھی انسانیت کی تربیت ، موعظت و عبرت مقصود ہے ان اسالیب کا یہ سارا سلسلہ رب تعالیٰ[1] نے کیوں قائم فرمایا؟ کیوں قرآن کریم میں جگہ جگہ کئی ایک مقامات پر ان اسالیب کے ذریعے سے نصیحت و یاد دہانی کروائی ہے،اور اس کے لیئے رب تعالیٰ نے متعدد الفاظ کا چناو فرمایا ہے،جیسا کہ ،{لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ}، {لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ}، {لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ}، { لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ}{لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ}، وغیرہ کے الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ شاید یہ لوگ ان کے ذریعے سے اپنی غلط روی سے باز آجائیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اختیار کر کے کامیابی کے راستے پر گامزن ہو جائیں اور فلاح پالیں۔

حوالہ جات وحواشی

[1] : آل عمران 3: 110

[2] :اصلاحی،امین احسن،دعوت دین اور اس کا طریقہ کار،ص 31تا32،فاران

[3] : فضل الٰہی،ڈاکٹر،،فضائل دعوت ،ص87تا88،دارالنور پبلشرز اسلام آباد،1434ھ

[4] : الطبري، محمد بن جرير ،ابوجعفر ،جامع البيان في تأويل آي القرآن(تفسير الطبري)،ج11،ص53،مؤسسة الرسالة للطباعة والنشروالتوزيع ،بيروت،1420 ھ

[5] : القرضاوی، یوسف،علامہ، دعوتِ دین اور اس کے علمی تقاضے ، ص18،ادارہ معارف اسلامی، منصورہ،لاہور،1414ھ

[6] : اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ،ص 87،جامعہ پنجاب،1413ھ

[7] : الزمر 39: 27

[8] : الطبري ،محمد بن جرير ،ابوجعفر ،جامع البيان في تأويل آي القرآن (تفسير الطبري) ،ج21 ص 282، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشروالتوزيع ،بيروت 1420 ھ

[9] : السمرقندي ،أبو الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم ، بحر العلوم، ج3 ص 184 ، دار الفكر ،، دمشق،1422 ھ

[10] : البغوي ،أبو محمد الحسين بن مسعود ، معالم التنزيل في تفسير القرآن (تفسير البغوي)، ج7 ،ص 117،دار طيبة للنشر والتوزيع ،الطبعة: الرابعة، 1417 ھ

[11] : القرطبي ،محمد بن أحمد، بن أبي بكر، أبو عبد الله، الجامع لأحكام القرآن، (تفسير القرطبي) ،ج8،ص214،دار الكتب المصرية ، القاهرة،1384ھ

[12] : الماتريدي، محمد بن محمد بن محمود، أبو منصور ،تفسير الماتريدي ،ج8 ,ص677،دار الكتب العلمية ، بيروت، لبنان ، 1426ھ

[13] : ابن کثير ، عماد الدين،ابو الفدا،اسماعيل بن عمر ، ،تفسيرالقرآن العظيم ، (تفسير ابن کثير) ،ج7،ص93،دار الحديث قاهرة ،مصر1423ھ

[14] : قطب،سید،فی ظلال القرآن،ج3،ص187،الطبعة:السابعة عشر،1412ھ

[15] : ابوزہرہ، امام ، المعجزة الكبرىٰ للقرآن ،ص 357، دار الكتب العلمية ، بيروت، لبنان ، 1426ھ

[16] : الزحيلي، دكتور وهبة بن مصطفى ،التفسير الوسيط للزحيلي ،دار الفكر ، ج3 ص2234 ، دمشق ، الطبعة : الأولى، 1422ھ

[17] : اصلاحی،امین احسن،تدبر قرآن،ج4،ص584،فاران فاونڈیشن،فیروز پور روڈ لاہور،1421ھ

[18] : اصلاحی،امین احسن،تدبر قرآن،ج4،ص325،فاران فاونڈیشن،فیروز پور روڈ لاہور،1421ھ

[19] : ابراہیم14: 18

[20] : الکھف18: 45

[21] : یوسف12: 111

[22] : الاعراف7: 176

[23] : الطبري ،محمد بن جرير، ،ابوجعفر ،جامع البيان في تأويل القرآن (تفسير الطبري) ،ج13،ص274، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع ،بيروت1420ھ

[24] : الماتريدي، محمد بن محمد بن محمود، أبو منصور ،تفسير الماتريدي ،ج6 ,ص300 ،دار الكتب العلمية بيروت، لبنان،1426ھ

[25] : الرازي ،أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين ، فخر الدين ، مفاتيح الغيب ، (التفسير الكبير)،ج18 ص 522 ،دار إحياء التراث العربي، بيروت،1420ھ

[26] : الطبري ،محمد بن جرير، ،ابوجعفر ،جامع البيان في تأويل آی القرآن (تفسير الطبري) ،ج21،ص282، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع ،بيروت1420ھ

[27] : البيضاوي، ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي ،أنوار التنزيل وأسرار التأويل،ج3 ص 179،دار إحياء التراث العربي ،بيروت ، 1418ھ

[28] : الزحيلي، دكتور وهبة بن مصطفى ،التفسير الوسيط للزحيلي ، ، ج 2 ص1141، دار الفكر دمشق ،الطبعة : الأولى، 1422 ھ

[29] : ہود11: 120

[30] : البغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود، معالم التنزیل (تفسیر بغوی) ج2 ،ص431 ،دار الطیبہ للنشر و التوزیع ،الریاض ،سعودی عرب ،1417ھ

[31] : القرطبي ،محمد بن أحمد، بن أبي بكر، أبو عبد الله ، الجامع لأحكام القرآن، (تفسير القرطبي) ،ج4 ،ص373،دار الكتب المصرية ، القاهرة،1384ھ

[32] : البيضاوي ،ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي ،أنوار التنزيل وأسرار التأويل(تفسير البيضاوي) دار إحياء التراث العربي، بيروت،1418ھ

[33]: تھانوی،اشرف علی،مولانا،بیان القرآن،ص102، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز،لاہور،1402ھ

[34] : الازہری ،محمد کرم شاہ ،پیر،ضیاؔ القرآن،ج 2 ،ص 465 ، ضیا القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور،1402 ھ

[35] : ابن کثیر، عماد الدین،ابو الفدا،اسماعیل بن عمر، ،تفسیرالقرآن العظیم، (تفسیر ابن کثیر)،ج4،ص373،دار الحدیث قاھرۃ ،مصر1423ھ

[36] : رازی، امام ،فخر الدین ،التفسیر الکبیر (تفسیر رازی)،ج17 ،ص 228 ، 1420ھ

[37] : المراغی ،احمد مصطفیٰ ،تفسیر المراغی ، ج9 ، ص17 ،شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی،مصر ، 1379ھ

[38] : محمد بن یعقوب ،الفیروز آبادی، الشیرازی ، الشافعی ، تفسیر ابن عباس ،ج2 ، ص75 ، مکی دار الکتب ، لاہور 1425ھ

[39] : النساء4: 164

[40] : الزحيلي، دكتور وهبة بن مصطفى ،التفسير الوسيط للزحيلي ، ، ج 2 ص1086، دار الفكر دمشق ،الطبعة : الأولى، 1422 ھ

[41] : ابراہیم14: 44

[42] : غافر40: 18

[43] : الطبري ،محمد بن جرير ، ابوجعفر ،جامع البيان في تأويل آى القرآن(تفسير الطبري)ج21،ص367، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع ،بيروت 1420 ھ

[44] : البغوی ،ابو محمد الحسین بن مسعود ،معالم التنزیل،(تفسیر بغوی) ج3، ص142 دار طیبۃ للنشر و التوزیع ،ریاض ،سعودی ،1423ھ

[45] : رازی، امام ،فخر الدین ،تفسیر الکبیر (تفسیر رازی) ج3 ،ص163، دار إحیاء التراث العربي، بیروت،1420ھ

[46] : القرطبي ،محمد بن أحمد، بن أبي بكر، أبو عبد الله ، الجامع لأحكام القرآن، (تفسير القرطبي) ،ج15 ،ص302،دار الكتب المصرية ، القاهرة،1384ھ

[47] : قطب شہید،سید،فی ظلال القرآن : ج4،ص 210

[48] : ابراہیم14: 52

[49] : الشوکانی، محمد بن علی بن محمد،فتح القدیر،ج3،ص509،1414ھ

[50] : تھانوی،اشرف علی،مولانا،بیان القرآن،ج7،ص37، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور،1402ھ

[51] : التوبہ9: 21

[52] : الطبري ،محمد بن جرير ، ،ابوجعفر ،جامع البيان في تأويل آی القرآن (تفسير الطبري) ،ج14،ص174 ، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع ،بيروت 1420ھ

[53] : الطبری،محمد بن جرير ،ابوجعفر ،جامع البيان في تأويل القرآن(تفسير الطبري) ،ج20،ص281، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع ،بيروت 1420ھ

[54] : القرطبي ،محمد بن أحمد، بن أبي بكر، أبو عبد الله ، الجامع لأحكام القرآن، (تفسير القرطبي) ،ج4،ص440،دار الكتب المصرية ، القاهرة،1384ھ

[55] : القرطبي ،محمد بن أحمد، بن أبي بكر، أبو عبد الله ، الجامع لأحكام القرآن، (تفسير القرطبي) ،ج15 ،ص244،دار الكتب المصرية ، القاهرةالطبعة:الثانية، 1384ھ

[56] : السیوطی،جلال الدین ،الامام ،الحافظ،، الدر المنثور فی تفسیر با المنثور،ج4 ،ص338 ،دار احیا التراث العربی ،بیروت ،لبنان،1421ھ

[57] : الشوکانی ،محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر ،ج2،ص589، دار ابن کثیر، دار الکلم الطیب ، دمشق، بیروت ،1414ھ

[58] : ابن قیم، شمس الدین،الحافظ ،الامام ،تفسیر ابن قیم ،ص129 ،لجنة التراث العربی ، بیروت لبنان، 1410ھ

[59] : الزحيلي، دكتور وهبة بن مصطفى ،التفسير الوسيط للزحيلي ، ، ج 1 ص843، دار الفكر دمشق ،الطبعة : الأولى، 1422ھ

[60] : الاحزاب33: 47

[61] : اصلاحی،امین احسن،تدبر قرآن،ج6،ص242،فاران فاونڈیشن،فیروز پور روڈ لاہور،1421ھ

[62] : النحل16 : 125

[63] : الطبري،محمد بن جرير، ،ابوجعفر ،جامع البيان في تأويل آی القرآن(تفسير الطبري)،ج12،ص 321،مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع ،بيروت 1420 ھ

[64] : الطبري،محمد بن جرير، ،ابوجعفر ،جامع البيان في تأويل آی القرآن(تفسير الطبري) ،ج17،ص 57، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع ،بيروت 1420 ھ

[65] : رازی، امام ،فخر الدین ،تفسیر الکبیر (تفسیر رازی) ج17 ،ص139 ،مکتبہ عبد الرحمٰن محمد ، للنشر القرآن الکریم و الکتب الاسلامیۃ،قاھرہ ،مصر ،1420ھ

[66] : ابن کثیر، عماد الدین،ابو الفدا،اسماعیل بن عمر ، ،تفسیرالقرآن العظیم، (تفسیر ابن کثیر)ج4 ،ص613، مؤسسة الريان، بیروت،لبنان،1420ھ

[67] : الشوکانی ،محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر ،ج2،ص584 ،موسسہ الریان للطباعۃ و النشر و التوزیع ،بیروت ،لبنان،1445ھ

[68] : مودودی،ابوالاعلیٰ،سید، تفہیم القرآن ، ج2،ص 672،منصورہ،لاہور